یہ حقیقتِ کائنات ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ربوبیت کے احاطہ میں ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵؍جنوری ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جس اللہ پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ اس کائنات کی ہر شے مخلوق ہے جسے اس واحد و یگانہ نے پیدا کیا اور ہر شے اپنے قیام کے لئے اس کی محتاج ہے اور اس کی ربوبیت کے دائرہ کے اندر آتی ہے۔

یہ کائنات جو ہے جس میں اس کی پیدا کردہ اشیاء ہر قسم کی موجود ہیں، اس میں بڑی وسعت ہے۔ انسان اپنی تمام ترقیات کے باوجود، اس کائنات کو اگر سمندر سے تشبیہہ دی جائے تو ابھی کنارے پر کھڑا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو سات آسمان مختلف خواص کے پیدا کئے گئے ان میں سے پہلے آسمان کی وسعت ستاروں کی حد تک ہے اور جو مبہم سا علم ان ستاروں کے متعلق انسان نے حاصل کیا وہ یہ ہے کہ بے شمار یعنی جس کو انسان گن نہیں سکتا، گیلیکسیز ہیں، قبائل ستاروں کے اور ہر قبیلہ میں، ہر گیلیکسی میں بے شمار سورج ہیں اور ہر سورج کے گرد دوسرے ستارے گردش کر رہے ہیں اور جہاں ان کواکب کی زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِۣ الْکَوَاکِبِ (الصّٰفّٰت:۷) انتہا ہے وہاں پہلے آسمان کی انتہا ہے۔

تو ہر شے اپنے قیام کے لئے، قائم رہنے کے لئے ایک تو اس نے پیدا کر دی نا جس کو ہم زندگی کہیں گے۔ وہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔ اس نے زندگی دی ہر شے کو اس کے مطابق،

درخت کی اپنی زندگی ہے۔ پتھروں کی اپنی زندگی ہے مثلاً ہیرے کے متعلق کہتے ہیں کہ ہزاروں سال ذراتِ ارضی زمین کے ذرات جو ہیں، وہ تدریجی ارتقا کرتے ہوئے ہیرا بنتے ہیں۔ اگر وہ زندگی نہیں، کوئی تبدیلی ایسی نہیں جو اس آخری شکل تک اس کو پہنچانے والی ہے تو ہیرا بن ہی نہیں سکتا تھا۔ تو ایک تو یہ حقیقت کائنات ہے کہ ہر شے جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی ربوبیت کے احاطہ میں ہے۔

اور یہ جو ربوبیت ہے یہ توازن کے اصول پر ہے یعنی اتنی کثرت مخلوق کی، جیسے میں نے بتایا کہ صرف ستارے جو ہیں وہ بھی کہتے ہیں بے شمار، شمار میں نہیں ہمارے آسکتے لیکن خالی ستارے تو نہیں۔ اس زمین کو لو۔ زمین میں جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی شمار نہیں۔ آئے دن نئی سے نئی تحقیق جو ہے وہ نئی باتیں ہمارے سامنے لا رہی ہے۔ ذرے کے (جس کو ایٹم کہتے ہیں ہم، وہ ایٹم بم بھی بن گیا لیکن سائنس دان نے تسلیم کیا کہ ایٹم کے) بہت سے ایسے خواص بھی ہیں جو ابھی تک ہمیں نہیں پتا لگے ان کے اوپر تحقیق ہو رہی ہے۔ ایسی ہی ایک تحقیق پر ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو نوبل پرائز ملا لیکن جہاں تک ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی تحقیق پہنچی وہاں ذرات کے خواص تو نہیں ختم ہو گئے۔

آنے والی نسلیں کچھ اور معلوم کریں گی پھر کچھ اور معلوم کریں گی۔ اس وقت جو میں بات بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اس میں ایک توازن پایا جاتا ہے یعنی انتشار نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا دوسری کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کائنات کی ہر شے ہر دوسری شے سے ایک توازن کے اصول پر تعلق رکھتی ہے اور انسان، نوعِ انسان، نوعِ انسان سے مراد یہ ہے کہ وہ نوع جس کو اللہ تعالیٰ نے آزادی دی کہ اس کا ایک خاص دائرہ کے اندر حکم مانے یا نہ مانے، اور نہ مانے تو اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہو اور مان لیں تو اس سے اس کا پیار حاصل کریں اور اس کی رضا کی جنتوں میں وہ داخل ہوسکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ صرف اس زمین میں اس قسم کی نوع نہیں بلکہ السَّمَآءَ الدُّنۡيَا سب سے ورلا جو آسمان ہے اس میں جو کواکب ہیں اور بہت ساری جگہ اس قسم کی مخلوق ہے ہمارے جیسی آزاد، خدا کا پیار بھی حاصل کرنے والی، اپنی غفلت اور گناہ اور خدا سے دوری کے راستوں کو اختیار کر کے اس کے قہر کا مورد بھی بننے والی ہے۔

تو یہ جو وسیع کائنات ہے یہ منتشر نہیں بلکہ ایک منطقی اکائی کی طرح بندھی ہوئی ہے ایک دوسرے سے۔ اس میں دو بڑی چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں توازن کے اصول میں بندھی ہوئی، انسان اور انسان کے علاوہ ساری کائنات، ساری ہی کائنات انسان کو فائدہ پہنچانے کے لئے انسان کے ساتھ باندھ دی گئی ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثية:۱۴) کوئی چیز بغیر استثناء کے ایسی نہیں جو انسان کے فائدہ کے لئے نہ ہو۔ تو اس ایک نقطے کے اوپر ساری کائنات ایک چیز بن جاتی ہے انسان کو فائدہ پہنچانے میں اور دوسری چیز انسان جسے وہ فائدہ پہنچا رہی ہے۔

پھر یہ ایک منطقی ہول ہے۔ میں ایک چھوٹی سی مثال لیتا ہوں۔ کائنات میں بارش ہے۔ انسان کھیتوں میں ہل چلاتا ہے۔ کوشش ہے انسان کی دانہ اگانے کی، وہ بارش انسانی کوشش میں بڑی برکت ڈالتی ہے، اس کو فائدہ پہنچاتی ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے انسان کی توجہ اس طرف مبذول کی کہ زمین کے پانی جو کھیتوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ آسمانی پانی جو بادلوں سے نازل ہوتا ہے وہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ ہر صاحبِ فراست زمیندار اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ہمارے سامنے کھل کے یہ باتیں بسا اوقات آئیں۔ مثلاً انسان اپنی غفلت سے بیمار ہو جاتا ہے تو کائنات میں لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (مسلم کتاب السلام) ہر غفلت کے نتیجہ میں جو بیماری پیدا ہوتی ہے اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ بیماری اِذَا مَرِضْتُ انسان خود پیدا کرتا ہے اپنے لئے فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء:۸۱) اور سامان علاج کا اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ تو باندھ دیا نا۔ ساری کائنات کو انسان کے فائدہ کے لئے باندھ دیا اور انسان کو ساری قوتیں اور استعدادیں عطا کیں جن کے نتیجہ میں وہ اس کائنات سے، جو اتنی وسعت رکھتی ہے، استفادہ حاصل کر سکے۔

اور یہ توازن کا جو اصول چل رہا ہے ہر شے میں جن کی کثرت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، وہ متصرف بالا رادہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے، وہ قیومیت، وہ ربوبیت ہے، یہ نہیں کہ ایک اصول بنا دیا اور پھر خدا تعالیٰ علیحدہ ہو گیا اپنی مخلوق سے۔ ذرے ذرے پر اس کا تصرف ہر آن جاری ہے اور اس کی دلیل اس نے ہمیں سمجھانے کے لئے یہ دی، قائم کی۔ ایک بیمار ہے، ایک اچھا ڈاکٹر ہے، صحیح تشخیص کرتا ہے۔ اس کی تشخیص کے مطابق جو دوا ہے اس کو اثر کرنا چاہیئے، وہ نہیں کرتی۔ اس

لئے نہیں کرتی (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجیب رنگ میں اس پہ روشنی ڈالی) کہ خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے دوائی کے خواص کو (متصرف بالا رادہ ہے نا۔ اس کا ہی ارادہ چلے گا تفصیل میں بھی) کہ تو نے اس شخص کی بیماری کے علاج کے لئے جو تیرے خواص ہیں وہ اثر نہیں کرنا، نہیں کرتی، حکم کی بندی۔ اور انسانی جسم کے ذرات پر اس کا حکم نازل ہوتا ہے تم اس اثر کو قبول نہیں کرو گے۔ ڈاکٹر ہے، ماہر ہے، تشخیص ہے، صحیح ہے، دوا ہے، غلط نہیں اور اثر کوئی نہیں۔ پھر اس شخص کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے یا کسی اور نیک بندے کی دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جو متصرف بالا رادہ ہے اسی دوا کے خواص کو حکم دیتا ہے کہ اب اس پہ اثر کرو اور اسی بیمار کے جسم کے ذرات کو حکم دیتا ہے کہ اس اثر کو قبول کرو اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔

میں نے بہت سے ماہر ڈاکٹروں سے بات کی کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس کبھی ایسا مریض آیا کہ تم نے یقین کیا کہ معمولی مرض ہے۔ یہ سوال ہی کوئی نہیں اس کے مرنے کا۔ چند دنوں میں اچھا ہو کر چلا جائے گا اور مر جاتا ہے وہ۔ کہتے ہیں ہاں، ایسا ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ بتاؤ کہ تمہارے کبھی ایسے مریض آئے کہ تم قسم کھانے کے لئے تیار تھے کہ یہ بچ نہیں سکے گا اور وہ بچ جاتا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں، ایسا ہوتا ہے۔ ہمارے اپنے شاہدین جو مبلغین ہیں، ان میں ایک کیس تھا۔ ڈاکٹر نے کہا زیادہ سے زیادہ سات دن، آٹھ دن، دس دن زندہ رہے گا۔ کینسر کا کیس، انتہا کو پہنچا ہوا۔ نظر بیکار ہوگئی، شنوائی ختم ہوگئی، زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا، دماغ جو تھا وہ Coma میں چلا گیا یعنی کوئی اس میں حس نہیں تھی۔ اس نے کہا لے جاؤ۔ گھر میں اپنے عزیزوں میں جائے اور وہاں جا کے وہ جان دے دے اللہ تعالیٰ کے حضور اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ آج بھی وہ زندہ ہے (یہ کئی سال پہلے کی بات ہے) اور کام کر رہا ہے۔

تو خدا تعالیٰ کا حکم ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز پہ بھی چل رہا ہے۔ بڑی عظیم ہستی ہے وہ اور توازن کو اس نے قائم رکھا ہے۔ جب توازن کو وہ متصرف بالا رادہ ختم کر دیتا ہے اور کہتا ہے توازن نہ رہے، خاص قسم کی ہلاکت پیدا ہو جاتی ہے اس کائنات میں۔

جو خدا میں نے ابھی بتایا قیوم ہے، اَلْقَيُّوْمُ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر شے کا جو دوسری شے سے تعلق ہے اس کو وہ قائم رکھتا ہے۔ ابھی میں نے جو مثال دی تھی اور اس کے نتیجے میں ہر

شے کی پیدائش کا جو مقصد ہے اسے وہ پورا کرتا ہے۔ مثلاً اس نے ایک بُوٹی بنائی جو کسی خاص مرض کی دوا تھی۔ تو اس خاصیت کو قائم رکھنا اس بوٹی میں، یہ ہر آن ربوبیت کے جلوے اس چھوٹی سی بوٹی پہ ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے ان خواص کو وہ قائم رکھتا ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا اور ہر چیز کو اس مقصد کے حصول کے لئے مدد اور معاون بنا کے پیدا کیا۔ صحت اچھی ہو، دماغ چوکس ہو، قلبِ سلیم ہو، سینہ میں نور ہو۔ تمام اشیاء اس کائنات کی اس طرف انسان کو لے جانے والی ہیں لیکن اس کا اپنا نفس جو ہے اس کے اندر ایک طاقت رکھی جو بغاوت کرے کائنات سے اور کائنات کے رب سے، رب العالمین سے اور اپنے لئے جہنم کی راہوں کے دروازے کھولے اور ان پر وہ چلنا شروع کر دے۔ جو نیکی کرتے ہیں یعنی جو مقصد ہے ساری اس کائنات کی پیدائش کا وہ یہ ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:۵۷) میرے بندے بنیں اور ہر چیز کائنات میں پیدا کردی اس مقصد کے حصول کے لئے اور ہر طاقت اور ہر صلاحیت انسان کو دے دی اس مقصد کے حصول کے لئے دے دی اور اس کے لئے فرمایا۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الحدید:۲۲) اے لوگو! تم اپنے رب کی طرف سے آنے والی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف تیزی سے بڑھو (سَابِقُوْٓا) یعنی ساری اشیاء کا استعمال اس طرح کرو، اپنی صلاحیتوں کی نشوونما، پرورش اس طرح کرو، ان کا استعمال اس طرح کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہو جس کی قیمت ووسعت، آسمان اور زمین کی قیمت کے برابر ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تجویز کی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جس کو پسند کرتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

جنت کا تصور قرآن کریم نے یہ بیان کیا کہ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ یہ تو چھوٹی سی ایک زمین ہے نا ہماری، اس کے کناروں تک بھی کم ہی آدمی پہنچتے ہیں لیکن جنت

کی وسعت تو زمین و آسمان کی وسعت یعنی جس تک ابھی انسان کا تصور بھی نہیں پہنچا، وہ وسعت ہے۔ اب میں اس جگہ پہنچا ہوں جو اصل تمہید کے بعد میرا مقصد تھا بیان کرنا۔ اب اس جنت کی وسعت کو دیکھیں۔ ایک شخص فوت ہو گیا اس کی بیوی زندہ ہے۔ بیوی فوت ہو گئی خاوند زندہ ہے اور ہر دو کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جنت میں پہنچا دیا اپنے اپنے وقت پر۔ تو وہ جو بعد میں جانے والی روح ہے وہ اتنی وسیع جنت میں اپنے ساتھی کو اپنے زور سے کیسے تلاش کرے گی؟ کر ہی نہیں سکتی خواہ کتنی ہی خواہش ہو اس کے دل میں کہ اس جنت میں بھی اکٹھے رہیں۔ خواہش نہیں پوری ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ اس خواہش کو پورا کرنے کا ارادہ اور حکم نہ کرے۔ خدا تعالیٰ کو ناراض کر کے خدا تعالیٰ کا نہ پیار حاصل کیا جا سکتا ہے، نہ اپنی خواہشات کو جن میں کوئی بدی اور برائی نہیں، پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس کائنات کی۔ اس واسطے ہر وہ شخص جو جنت میں جانا چاہتا ہے اسے خدا تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے پکڑنا پڑے گا اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جنت میں جا کے اس کے پیارے اس کو ملیں، خدا تعالیٰ کے پیار کو اسے پہلے حاصل کرنا پڑے گا اور خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر اور اس کی رضا کے بغیر اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کسی جانے والے پر اس قسم کی حرکات اسلام نے جائز قرار نہیں دیں کہ جو خدا تعالیٰ کو پیاری نہیں اور جتنی زیادہ کسی کے دل میں یہ تڑپ ہو گی مثلاً میرے دل میں ہے کہ جب میں اس جہان سے جاؤں تو منصورہ بیگم اور میں، ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ میں جانتا اور سمجھتا ہوں کہ میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا حکم نہ ہو اور خدا تعالیٰ کا حکم میرے حق میں نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو راضی نہ کروں۔

اس واسطے اصل چیز تو یہ ہے کہ بغیر کسی خواہش کے کہ کوئی بدلہ خدا دے خود اتنا حسین اور نورانی وجود ہے اور اتنے اس کے ہمارے اوپر احسان ہیں کہ اس کو پانے کے لئے، اس کی رضا کے لئے سارے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں لیکن اس نے ہمارے دل میں خواہشات بھی رکھیں ہم نے خود تو نہیں پیدا کیں۔ نیکی کے راستوں پر آگے بڑھنے کی خواہش کوئی انسان نہیں پیدا کر سکتا اپنے اندر جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہم نے تو چاہا تھا بعض لوگوں کے متعلق کہ ان کو رفعتیں عطا کریں مگر وہ زمین کی طرف جھک گئے۔ تو یہ ارادہ اللہ تعالیٰ کا کہ کوئی

شخص رفعت حاصل کرے، یہ تبھی پورا ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کو جس کے متعلق ارادہ ہو یہ طاقت اور صلاحیت عطا کی جائے کہ وہ رفعتیں حاصل کر سکے اور اپنی رحمت اور فضل سے اس کو توفیق دے کہ اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق وہ استعمال کر رہا ہو۔

اس واسطے جب ہم یہ سوچتے ہیں اس مضمون کو جو قرآن کریم میں بیان ہوا تو یہ جو جدائی ہے اس کو غلط پہلو سے نہیں دیکھتے بلکہ اس صحیح پہلو سے دیکھتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اور بھی زیادہ اچھا بننا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے حضور اور بھی زیادہ مجاہدہ کر کے قرب حاصل کرنا چاہیئے اور ہجرت، اہوائے نفس کی بدیوں سے، اس کی طرف توجہ کر کے اور اپنے نفس کو پاک کرنے کی خدا کے حضور دعا کرنے کے نتیجہ میں کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ وہ پاک تو جب تک پاک کسی کو بنانے کا ارادہ نہ کرے کوئی انسان پاک نہیں بن سکتا۔ اس واسطے یہ تو سلسلہ جاری رہے گا۔ اصل چیز پھر یہ ہماری زندگی میں بن گئی اس جدائی کے بعد کہ دل میں یہ تڑپ ہو کہ ہم جنت میں جائیں، ہم اکٹھے ہو جائیں اور اپنے زور سے آپ کی روح ان وسعتوں میں اپنے ساتھی کو ڈھونڈ بھی نہیں سکتی، وہاں پہنچ بھی جائیں تب بھی جب تک اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کرے۔

تو خدا تعالیٰ کے حضور اور زیادہ جھکیں اور اپنی زندگی کے مقصد کو پانے کی کوشش کریں اور خدا کرے کہ آپ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیں۔ آمین

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)